OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:3, Issue: 1, Jan - June 2025 PP: 13-20

حکمرانوں کے لیے معاشی ضابطۂ اخلاق، شرعی تناظر میں

Code of economic conduct for the ruling class, from Sharia Perspectives

Dr. Rafiq Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College Daggar, Buner, KP, Pakistan
Email: rafiq.daggar@gamil.com

Dr. Muhammad Zubair
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan, University, Mardan, KP, Pakistan
Email: zubair@awkum.edu.pk

Dr. Sohail Anwar
Lecturer, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan, University, Mardan, KP, Pakistan
Email: sohail_anwar@awkum.edu.pk

Abstract

The under reference research paper associates with an important topic that is to explore the Economic Code of Conduct for the ruling class from Islamic Perspectives. The significance of the study is clear because ruling class serves as a model for the nation. Their character, life style and speech deeply influence the people. In every age the common class has followed the elders especially the class in power. An Arabic quote "al-naas 'ala deeni mulūkihim" *(people follow the religion of their rulers) clarifies the fact that the rulers are not only the rulers but a source of guidance as well. Their gatherings and interactions, words and deeds, lifestyle and even their religious inclinations are observed by the nation, and the people consciously adopt them as an example. The ruler's sincerity opens the path to prosperity for the nation, while his insincerity becomes a prelude to dark days. It is like a father who strives to protect his children from every possible danger. In the ruler's eyes, the members of the nation are like the fingers of one hand—though differing in form and function, each has its own undeniable importance. As Islamic teachings provide a complete guideline in every race of life so, this aspect is also very clear, comprehensive and worth following. As per Islamic injunctions, if on the one hand undue opposition to rulers is prohibited and obedience to those in authority is commanded, but on the other hand, a code of ethics has also been prescribed for the ruling class. This paper would be an endeavor to cover the subject and add to the knowledge of the viewers. Examples have been added from the authentic sources of Islamic Studies and the modern research techniques have been incorporated in the paper.*

Keywords: *Economic Code of Conduct, Ruling Class, Influence, Nation.*

CC BY

تمہید

حکمران طبقہ قوم کے لیے ایک نمونہ ہوتا ہے۔ان کے کردار اور گفتار کا رعایا کے اوپر گہرا اثر ہوتا ہے۔بفحوائے عربی مقولہ الناس علیٰ دین ملوکھم[1] (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) ان کی نشست و برخاست، قول و فعل اور ساخت وپرداخت یہاں تک کہ ان کا دینی رجحان قوم کی نظروں میں ہوتا ہے اور قوم باقاعدہ اس کو نمونہ کے طور پر اپناتی ہے۔حکمران کی حسنِ نیت قوم کے لیے خوش حالی کے راستے کھولتی ہے اور ان کی بدنیتی سیاہ دن لانے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔اس کی مثال اس باپ کی ہے جو اپنے بچوں کو ہر ممکنہ خطرہ سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔ان کی نظر میں ابنائے قوم ایک ہاتھ کی انگلیوں کی طرح ہوتے ہیں جن کی ساخت اور کارکردگی میں اگرچہ تفاوت ہے لیکن اہمیت ہر ایک کی اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے۔اسلامی نقطۂ نظر سے اگر ایک طرف حکمرانوں کی بے جا مخالفت سے منع کیا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہے وہاں حکمران طبقہ کے لیے اخلاقیات کا ایک ضابطہ بھی پیش کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

حکمرانوں کے لیے معاشی ضابطۂ اخلاق میں جو چیزیں داخل ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

سادہ طرز زندگی

حکومت کے عہدوں پر برآجمان طبقہ کے کیے سر فہرست وصف سادہ طرز حیات ہے۔اس طبقہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خوراک، لباس، رہائش، سفر، علاج، شادی اور غمی میں سادگی کو اولیت دیں۔یہ ان کا شان امتیاز ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے بڑھ کر زندگی اور پر تکلف سامان زیست سے دور ہوں۔اگر وہ اپنے تئیں متمول حیثیت کے مالک ہوں تب بھی رفاہیانہ طرز زندگی گذارنا حکمرانوں کے لیے بہتر نہیں ہے اس لیے کہ اس طرح رعایا کے اندر احساس محرومی بڑھتی ہے چہ جائیکہ جب وہ یہ ضروریات حکومتی خزانے سے پورا کر رہے ہوں۔اس صورت میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، اس لیے کہ خزانہ، عوام کی امانت ہے اور امانت کے متعلق بازپرس ہوگی۔

حدیث نبوی ہے: سادگی ایمان میں سے ہے[2]۔جو شخص جتنا سادہ زندگی گذارے گا اتنا ہی اس پر ایمان کا رنگ چڑھے گا۔ عقلاء زمانہ کے نزدیک سب سے ہوشیار شخص وہ ہے جو سب سے بڑھ کر سادہ ہے اور عقل و خرد کے معیار پر وہ شخص سب سے زیادہ پورا اترتا ہے جو تکلف سے دور سادگی کا پیکر ہو۔خوب صورتی، خودنمائی، ہوشیاری، بلند فکری اور دور اندیشی وغیرہ سب سادگی کے بعد کی خصوصیات ہیں۔

جواب دہی کا احساس

حکمران طبقہ خواہ بالائی سطح کا ہو یا نچلی سطح کا، سب اللہ تعالی کے سامنے جوابدہ ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ۔خبردار! تم سب کے سب ذمہ دار ہوں اور ہر فرد سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا[3]۔اسی طرح یہ قیامت کی علامت بتلائی گئی ہے کہ جب حکومت کا خزانہ ذاتی جاگیر بن جائے اور اہل اقتدار اس کو اپنی من مانیوں میں خرچ کرنا شروع کریں[4]۔تاریخ نے ان لوگوں کو معاف نہیں کیا جنہوں نے قوم کی امانت میں خیانت کی ہے اور ان لوگوں کو کھویا نہیں جنہوں نے قوم کی خاطر قربانیاں دیں۔خود بھوکے رہے اور قوم کو کھلایا۔اپنی رہائش قوم کی رہائش سے بالاتر نہیں رکھا۔

رفاہیانہ طرز زندگی سے اجتناب

نبی کریم علیہ السلام نے رفاہیانہ طرز حیات کو نہ اپنے لیے پسند کیا نہ اپنے اہل وعیال کے لیے۔مقام شکر کے ساتھ مقام صبر بھی حاصل کیا۔اختیاری فقر کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔سخاوت اور قناعت کی عظیم مثال قائم کی۔فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر مکہ کے پہاڑ پیش کردیئے کہ ان کو میرے لیے سونے کا بنادیں میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھالوں اور تیرا شکر ادا کروں اور دوسرے دن بھوکا رہوں اور اس پر صبر کروں[5]۔

رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر معاملے میں سادگی، جفاکشی اور ایثار کو اپنائے رکھا۔سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہے کہ تین ماہ تک مسلسل ہمارے گھر کے اندر چھولہا نہیں جلا اور ہمارا گذارہ کھجور اور پانی کے اوپر تھا[6]۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ ہم آل رسول علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی وفات تک کبھی بھی دن میں دومرتبہ مسلسل پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔اسی طرح فرماتی ہیں: کہ ہم اہل خانہ نے آپ کی وفات تک تین دن مسلسل گندم کی روٹی نہیں کھائی۔[7]

جب مسجدِ نبوی میں ایک حاجت مند شخص آیا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے گھر میں آدمی بھیجا کہ اس کے لیے کھانا لے آئے لیکن کسی بھی گھر میں ایک مہمان کو کھلانے کے برابر کھانا نہیں تھا۔[8]آپ نے فرمایا کہ اگر جبل احد کی مثل سونا بھی میرے قبضہ میں ہو تو میں نہیں چاہوں گا کہ مجھ پر تین دن اس حال میں گذر جائیں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو، سوائے اس کے کسی کا قرض ہو اور اس کے لیے چھوڑ دیا جائے۔[9]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھ لی اور خلاف عادت اٹھ کر گھر چلے گئے۔صحابہ کرامؓ حیران ہوگئے۔جب آپ ﷺ واپس لوٹ آئے تو فرمایا کہ گھر کے اندر کچھ سونا تقسیم کرنے سے رہ گیا تھا لہٰذا میں یہ نہیں چاہا کہ اس حال میں نبی پر رات آجائے کہ اس کے گھر میں سونا پڑا ہو۔[10]

اہل وعیال کا مقام عزیمت

رسول کریم علیہ السلام کی طرح ان کا اہل وعیال بھی پیکر زہد و قناعت تھا۔امہات المؤمنین جو مومنوں کی مائیں ہیں اور امت کی عورتوں کے لیے نمونہ ہیں، انہوں نے جب نفقہ میں کمی کی شکایت کی تو رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۸، ۲۹ میں حکم نازل ہوا جس کا مفہوم اس طرح ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔[11]

اے نبی (علیہ السلام)! اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تمہارا مقصود یہ دنیا اور اس کی زینت ہو تو آؤ کہ تمہیں فائدہ پہنچا کر اچھی طرح رخصت کرلوں۔اور اگر اللہ اور اس کا رسول (علیہ السلام) اور آخرت کی طلب گار ہوں تو واقعی اللہ رب العزت نے تم میں سے احسان کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر رکھا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سمیت تمام ازواج مطہراتؓ نے آپ علیہ السلام کی معیت اختیار کرنے کو ترجیح دی اور تاحیات صبر وقناعت کی پیکر بنی رہیں۔[12]رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے دنیوی فراخی نہیں چاہی بلکہ دعا فرمائی: اے اللہ! آل محمد

ﷺ کے رزق کو کفایت درجے کے مطابق رکھو۔[13]

اجتماعی کام میں حصہ ڈالنا

نبی کریم علیہ السلام کی زندگی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے کبھی اپنے ساتھیوں سے اپناآپ بڑا نہیں سمجھا۔ ہر موقع پر ان کے ساتھ شریک رہے اور ان کا حوصلہ باندھا۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اپنے دست اقدس سے پتھر اٹھاتے رہے۔

غزوۂ خندق میں حالات کی سختی کے باوجود صحابہ کرام کے ساتھ شریکِ کار رہے جو درحقیقت ایک اعلیٰ قائد کی نشانی ہے۔ حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے انھیں استقامت کی تلقین کی اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرماتے رہے کہ فاغفر الانصار والمہاجرۃ[14]

اے اللہ ! انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام باقاعدہ مٹی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جارہے تھے یہاں تک کہ مٹی کے اثرات آپ کے پیٹ پر نظر آرہے تھے۔[15]

امام بخاریؒ (ت:۲۵۶ھ) نے مبادرۃ الامام عند الفزع کے عنوان سے باب باندھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سربراہ ناخوشگوار حالات میں سب سے آگے ہوگا۔ اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں رات کے وقت خوف کا سماں بندھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ منورہ کے اطراف کا چکر لگایا اور واپس آکر خبر دی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا لوگ آرام کے ساتھ سوگئے۔[16]

خلفاء راشدین کی سادگی

خلفاء راشدین نے نبوی منہاج پر چلتے ہوئے دنیوی راحت وآسائش کو قریب نہیں آنے دیا۔ ابو بکر صدیقؓ اپنے ہی کپڑوں میں کفنائے گئے اور جو کچھ خزانے سے بطور وظیفہ وصول کر چکے تھے اس کو واپس جمع کرنے کی وصیت کی۔[17]

سیدنا عمرؓ نے ساری زندگی ایک ہی قمیص میں گذار دی جس پر متعدد پیوند لگے رہتے تھے۔[18] ملک وملت کا غم اتنا غالب تھا کہ ایک جانور کے بھوکے رہ جانے کے بھی روادار نہ تھے اور اس کے لیے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتے تھے۔[19]

سیدنا عثمانؓ نے اپنا مال ومتاع اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔ سیدنا علیؓ کا گھرانہ توکل وقناعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ سیدہ فاطمہؓ کی پُر مشقت زندگی کی مثالیں احادیث وآثار کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سخاوت اور فیاضی کا نمونہ تھے۔

امین الامت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی مثال اس مقام پر قابل ذکر ہے جب سیدنا عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میں آپ کا گھر دیکھنا چاہتا ہوں تو جواباً عرض کیا کہ میرے گھر میں سوائے آنسو پونچھنے کے آپ کو کچھ نہیں ملے گا اور ہوا بھی اسی طرح کہ جب سیدنا عمرؓ اس کے نہایت خستہ حال اور بظاہر ایک جھونپڑے کی مانند مکان میں داخل ہوئے اور اس کے در ودیوار پر نظر ڈالی تو رونے لگے۔ یہ اس انسان کے سر چھپانے کی جگہ تھی جو پورے شام کے گورنر تھے۔ پھر ابو عبیدہؓ نے سیدنا عمرؓ کو اپنا کھانا پیش کیا جو مٹی کے ایک کٹورے میں رکھے ہوئے روٹی کے بھیگے ہوئے ٹکڑے تھے۔[20]

سیدنا ابوذرؓ نے پوری زندگی نہایت غربت میں گذاری۔ ضرورت سے زائد ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں تقسیم کیا۔ اس غریب الدیار صحابی نے مال جمع کرنے کو پسند نہیں کیا۔[21]

احتساب کا بے لچک نظام

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنے اولین خطبہ (پالیسی بیان) میں ارشاد فرمایا:

مجھے تمہاری ذمہ داری دی گئی ہے اور میں تم سے زیادہ بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں راہ راست پر جاؤں تو میرا ساتھ دو اور اگر راستے سے بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق، مانت ہے اور تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میری نظر میں سب سے زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق بازیاب نہ کروں اور جو تم میں سے قوی ہے وہ میرے ہاں ضعیف ہے یہاں تک کہ اس سے دوسرے کا حق واپس نہ لوں۔[22] سیدنا عمرؓ نے خزانے کے مصارف کی کڑی نگرانی کی۔اس میں کسی قسم کی رُو رعایت کا لحاظ نہیں رکھا اور معمولی سی بے احتیاطی کو بھی درخور اعتناء نہیں رکھا۔

امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے کتاب الاموال میں عمر بن عبدالعزیز کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے عراق کے گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیت المال میں سے عطیات دے دو تو انھوں نے جواباً لکھا کہ میں نے لوگوں کو عطیات دئے ہیں لیکن پھر بھی خزانہ بھرا ہوا ہے۔امیر المؤمنین نے پھر لکھا کہ اگر کسی پر بغیر اسراف کے قرضہ چڑھا ہو تو وہ ان کی طرف سے ادا کرو۔ گورنر نے دوبارہ لکھا کہ وہ کام بھی کر دیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھر خط بھیجا کہ اگر ملک کے اندر غیر شادی شدہ مرد و عورتیں ہوں تو ان کا انتظام کرو۔ حاکم نے جواب دیا کہ یہ ضرورت بھی پوری کی ہے۔امیر المؤمنین نے پھر لکھ کر بھیجا کہ اگر کسی غیر مسلم پر جزیہ باقی ہو اور اپنی آمدنی میں اسے پورا کرنے سے قاصر ہو تو انھیں سرکاری خزانے سے زرعی قرضہ دے دو تا کہ زمینوں کو آباد کریں۔[23]

یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ اتنا مال خزانے میں کہاں سے آگیا؟ تو اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہو گا کہ خزانہ ایسے ہاتھوں میں تھا جو امانت دار تھا اور سرکاری اموال کو اپنے مفادات کی نذر نہیں کرتا تھا۔

یہی ان حکمرانوں کی کامیابی کا راز تھا کہ انھوں نے قوم کی ضرورتوں پر اپنی ضرورت کو قربان کر دیا تھا۔ان کے رویے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سہولت اور آسائش اپنی قوم کو دیتے تھے اور خود راہ عزیمت پر گامزن رہتے تھے۔

اب ہمارے ہاں یہ فکر رائج ہے کہ اپنے لیے آسانی تلاش کی جاتی ہے جب کہ ماتحتوں کے لیے قانون، اصول اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی جارہی ہیں۔یہی الٹا طرز فکر ہمیں نیچے کی طرف لے جارہی ہے۔دنیا کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو کسی بھی انقلابی شخصیت نے سادگی کو اپنی زندگی کا اصول بنایا ہے۔انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرامؒ، بڑے بڑے دانشور، سائنسدان اور قائدانہ کردار کے حامل افراد خواہ ان کا تعلق دوسرے مذاہب سے کیوں نہ تھا ان کے اندر، سادگی ایک قدر مشترک کے طور پر نظر آتی ہے۔انھوں نے قلیل خوراک پر اکتفا کیا اور سادہ سامان زیست اپنے پاس رکھا۔

اسلاف امت جو علم اور عمل کا نمونہ تھے کے ہاں یہ اصول ملتا ہے کہ وہ سہولت دوسروں کو دیتے تھے اور خود دوٹوک اصول کے پابند رہتے تھے۔ وہ یسروا ولا تبشروا کے مصداق تھے اور دوسروں کے لیے رخصت آسانی فراہم کرتے تھے لیکن بذات خود عزیمت اور جفاکشی کی مثال رہتے تھے۔ان کے فتاویٰ جات میں بھی مصالح کی رعایت مد نظر رہتی تھی۔ حال آنکہ اپنے تئیں سہولت اور آرام طلبی سے دُور رہتے تھے۔ آج کے علمی اور عملی انحطاط میں یہ چیز واضح نظر آتی ہے کہ دوسروں کے لیے سخت

اصول جب کہ اپنے لیے آسانی تلاش کی جاتی ہے اور اس کے لیے کہیں سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔آرام دہ گاڑیاں، پر آسائش مکانات اور پُر لطف کھانے سر براہان کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے، اور اس پر مستزاد ان کے بال بچوں کی پُر تکلف طرز زندگی۔یہی وجہ ہے کہ امت سے قیادت کی صلاحیت چھینی گئی ہے اور مثالی سر براہ کا ملنا عنقا ہو چکا ہے۔

آتجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے　　شمشیر سنان اول طاؤس و رباب آخر[24]

دنیا کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو کسی بھی انقلابی شخصیت نے سادگی کو اپنی زندگی کا اصول بنایا ہے۔انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرامؒ، بڑے بڑے دانشور، سائنسدان اور قائدانہ کردار کے حامل افراد میں سادگی قدر مشترک کے طور پر نظر آتی ہے۔انھوں نے قلیل خوراک پر اکتفا کیا اور سادہ سامان زیست اپنے پاس رکھا۔ہند کے عظیم مذہبی پیشوا معین الدین چشتیؒ بڑی جائیداد کے مالک تھے نے سب کچھ مخلوق خدا کے لیے وقف کر دیا اور لاکھوں لوگوں کو اسلام کا کلمہ پڑھایا۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، سید حسین مدنیؒ نے قناعت کی زندگی گذاری۔دعوت و تبلیغ کے مجدد مولانا الیاسؒ خود ایک صاحب حیثیت گھرانے کے فرد تھے لیکن دین کی خدمت کے لیے ان املاک کو خیر باد کہہ دیا۔پشاور کے میاں محمد عمر چمکنیؒ کے نام ہزاروں ایکڑ کی زمین لوگوں نے وقف کی لیکن انھوں نے ان میں سے کچھ بھی نہیں لیا اور سب مفاد عامہ کے لیے چھوڑ دیا۔کی حاجی عبدالوہاب صاحب بھی اسی منہج پر چلے اور اپنی زندگی پوری کی پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے وقف کر دی۔

قائد اعظم مرحوم نے اپنی جائیداد تین تعلیمی اداروں کے لیے وقف کی اور موت کے وقت اس کے اکاونٹ میں صرف ۳۸ روپیہ تھے۔عظیم محقق ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم اپنا کل سامان ایک ہی بیگ میں پھرا کرتے تھے جس میں اس کے کپڑے اور ضرورت کی چیزیں ہوتی تھیں۔انھوں نے اپنے پیچھے ایک عظیم لائبریری اور بہت ساری مفید تصنیفات چھوڑیں۔بڑے انسانی ہمدرد شخصیت عبدالستار ایدھی مرحوم نے اپنی زندگی ایک چھوٹے سے گھر میں اور دو عدد ملیشا کے کپڑوں میں گذاری۔پاکستان کے ریڈ فاونڈیشن کے بانی محمود مرحوم نے ۳۰ سال ایک ہی سویٹر میں گذاری لیکن سینکڑوں سکولز اور کالجز قائم کیے۔مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے پوری زندگی دیار غیر میں گذاری اور اپنے پیچھے سوائے عظیم فکر اور علمی جانشینوں کے کچھ مال و متاع نہیں چھوڑا۔مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسی انقلابی شخصیت سادگی کا پیکر اور عزیمت کے کوہ گراں تھے۔پختون رہنما خان عبدالغفار خان مرحوم نے ہمیشہ سادہ کھانا کھایا اور اپنے علاقے کے کھڈی کے بُنے ہوئے کپڑوں (خامتا) میں زندگی گذاری۔حاجی ترنگزئیؒ جو جد جہد آزادی کے بڑے پیشرو تھے انھوں نے کئی مرتبہ اپنا گھریلو ساز و سامان وقف کر دیا تھا۔

مسلمانوں کی طرح غیر مسلم قائدین میں بھی سادگی کے نمونے ملتے ہیں۔چین کے انقلاب آور شخصیت ماوزے تنگ نے ۲۸ سال تک ایک لباس استعمال کیا جو اب بھی بیجنگ کے عجائب گھر کا حصہ ہے۔کانگریسی رہنما مہاتما گاندھی ہمیشہ مقامی لباس پہنتے تھے اور کسی سے گفتگو کرتے ہوئے زمین پر بیٹھتے تھے۔بھارت کے چھوتے وزیر اعظم ۔۔ساری زندگی تین عدد کپڑوں میں گذاری۔جب وہ نیا لباس خریدتے تھے تو ان کی بیگم اس کے کرتے سے رومال بنالیتی جو ملک کا وزیر اعظم استعمال کرتا تھا۔

ایپل (آئی فون) کمپنی کے مالک سٹیف جاف سادہ لباس استعمال کرتے تھے اور فرش پر سوتے تھے۔ان کے مرنے کے بعد ان کی الماری سے تین عدد جوتے، دو پینٹس اور ۵ شرٹس برآمد ہوئے۔دنیا کے موجودہ دور کا امیر ترین شخص ایلون مسک نے اپنا مہنگا گھر ختم کر کے اپنے دفتر کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہائش اختیار کی ہے اور ان کا طرز زندگی امریکہ کے ایک متوسط گھرانے سے بڑھ کر نہیں ہے۔

خلاصۃ البحث:

درج بالا تحقیقی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے دیگر امور کی طرح ریاستی نظام کے حوالے سے اہل حل وعقد کے لیے ایک جامع، وقیع اور قابل عمل ضابطہ پیش کیا ہے۔ان تعلیمات کی روشنی میں اہل اقتدار، حکمرانی سے بڑھ کر قوم ولت کے خادم، امین اور ان کے تمام تر حالات کے جوابدہ ہوتے ہیں۔ان کی رفاہیت گریز طرز زندگی نہ صرف ملکی معیشت کے لیے سود مند ثابت ہوتا ہے بلکہ قوم کے اندر بھی جفاکشی، قناعت اور سادگی کے جذبات کو مہمیز دیتی ہے۔ خصوصاً ایسے ممالک جن کے وسائل محدود ہوں اور زیادہ تر انحصار امداد وقرضہ جات پر ہو۔سادہ طرز معیشت دنیا کے بڑے لوگوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور اس وصف کی وجہ سے ہی ان کے نام اور کام تاریخ کے اوراق اور لوگوں کے قلوب واذہان میں محفوظ ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 درج بالا عربی مقولہ، حدیث نہیں ہے۔علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں کہاہے: کہ مجھے اس کا حدیث ہونا معلوم نہیں ہے ملاحظہ ہو: المقاصد الحسنۃ (بیروت: دارلکتاب االعربی ۱۴۰۵ھ)۱: ۶۸۹البتہ یہ ایک معقول بات ہے جو کسی نے کہی ہے۔
علامہ سخاوی فرماتے ہیں: کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے اباء واجداد کی بہ نسبت زمانے کے عرف وعادت کے زیادہ تابع ہوتے ہیں۔ اگر نیک نمونہ کسی کے اندر تصور کر سکتے ہیں تو امراء اور سلاطین ہی ہیں اس لیے کہ ان کے اصلاح سے لوگوں کا اصلاح ہوتا ہے اور ان کے فساد سے لوگوں کا فساد ہوتا ہے۔(المقاصد الحسنۃ۱: ۶۸۹)

2 امام ابو داود، سنن ابی داؤد کتاب الترجل حدیث نمبر: ۴۱۶۱

3 امام بخاری، صحیح بخاری کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ واطیعوا اللہ۔۔ حدیث نمبر ۷۱۳۸

4 امام ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الفتن باب ماجاء فی حلول المسخ والخسف حدیث نمبر: ۲۲۱۱

5 سنن الترمذی، ابواب الزھد باب ماجاء فی الکفاف والصبر حدیث نمبر ۲۳۴۷

6 امام مسلم، صحیح مسلم کتاب الزھد والرقاق حدیث نمبر: ۲۸(۲۹۷۲) سنن ترمذی ابواب الزھد حدیث نمبر: ۲۴۷۱

7 نفس مصدر کتاب الزھد والرقاق ۲۹(۲۹۷۴)، (۲۹۷۶)

8 نفس مصدر کتاب الاشربۃ حدیث نمبر: ۱۷۲(۲۰۵۴)

9 صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، حدیث نمبر: ۲۳۸۹

10 صحیح بخاری، کتاب الاذان حدیث نمبر: ۹۵۱

11 سورۃ الاحزاب ۳۳: ۲۸-۲۹

12 صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قول اللہ عزوجل: یایھا النبی قل لازواجک۔۔حدیث نمبر: ۴۷۸۵،۴۷۸۶

13 صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق حدیث نمبر: ۱۸(۱۰۵۵)

14 صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر باب التحریض علی القتال حدیث نمبر: ۲۸۳۷

15 صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر حدیث نمبر ۲۸۳۷

16 صحیح بخاری کتاب الجھاد والسیر حدیث نمبر ۲۹۶۸

17 ابن اثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ذکر وفاۃ ابی بکرؓ (بیروت: دارالکتاب العربی ۱۹۹۷ء) ۲: ۲۶۲

18 ایضاً ۴: ۱۱۶

19 ابو نعیم اصفہانی، حلیۃ الاولیاء، دارالکتاب العربی، بیروت: ۱۳۹۴ھ، ۱: ۵۳

20 حافظ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت: ۱۴۰۵، ۱: ۱۷

21 الکامل فی التاریخ ۲: ۶۷

22 ایضاً ۲: ۱۹۲

23 امام ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالھدیٰ النبوی، مصر، ۲۰۰۷ھ، ۱: ۳۶۳

24 محمد اقبال، بانگِ درا، نظم: شکوہ، اقبال اکادمی پاکستان، مطبوعہ ایڈیشن، (لاہور:، 2002ء، ص:159